3

مساجد اپنی ذات میں بڑی برکات رکھتی ہیں ان کی وسعت کے ساتھ ہی ہماری جماعت کی ترقی وابستہ ہے

(فرمودہ 15 جنوری 1954ء رتن باغ لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''جلسہ کے بعد تقریروں وغیرہ کی وجہ سے میرے گلے پر بوجھ پڑا تھا اور نزلہ کی بھی شکایت ہوگئی تھی۔ پھر الٰہی مصلحت کے ماتحت جلسہ کے معاً بعد مجھے گواہی کے لیے تیاری بھی کرنی پڑی اور گواہی بھی دینی پڑی۔ اس لیے میرے گلے کی خراش بہت بڑھ گئی ہے اور کھانسی شروع ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی یا شاید آپ لوگوں کے اخلاص اور محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان کیا کہ سمجھا تو یہ جاتا تھا کہ شاید بدھ کو گواہی ختم ہو جائے اور جمعرات کو ہم واپس چلے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے سامان کیے کہ میری گواہی جمعہ کے وقت تک ہوگئی۔ جس کے بعد لازماً مجھے جمعہ کے لیے ٹھہرنا پڑا اور یہ جمعہ مجھے لاہور میں پڑھانا پڑا۔

میں نے جو یہ اعلان کرایا تھا کہ دوست اِس جگہ (یعنی رتن باغ میں) نماز کے لیے جمع ہو جائیں اس کی وجہ یہ تھی کہ میں سمجھتا تھا کہ ایسے وقت میں آ کر کہ جمعہ کے لیے تھوڑا وقت رہ جائے گا۔ پھر انسان جمعہ کی تیاری بھی کرتا ہے، کھانا بھی کھاتا ہے

اور تھکان بھی ہوتی ہے مسجد میں جانا شاید مشکل ہو جائے لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی چاہتا تھا کہ دوست مل لیں تا کہ میرا یہاں رہنا میرے لیے بھی اور ان کے لیے بھی مفید ہو جائے۔ اس لیے مسجد کی بجائے میں نے آپ لوگوں کو یہاں نماز پڑھنے کی تحریک کی۔

جہاں تک اسلامی احکام کا سوال ہے بہترین جگہ نماز کی مسجد ہی ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں ہر چیز اپنی روایات کو اپنے ساتھ لیے پھرتی ہے۔اگر کسی دشمن کا بچہ نظر آ جاتا ہے تو اس کو دیکھتے ہی انسان کے دل میں اُس دشمن کی دشمنیاں بھی گزر جاتی ہیں۔ اور اگر کسی دوست کا بچہ نظر آ جاتا ہے تو اس کو دیکھتے ہی اُس دوست کی محبت اور اُس کا حُسنِ سلوک بھی یاد آ جاتا ہے۔ ہمارے ملک کی روایات میں سے ایک روایت ہے کہ مجنوں کو کسی نے دیکھا کہ اس نے ایک کُتّے کو گود میں بٹھایا ہوا ہے اور اُس سے پیار کر رہا ہے۔ اُس نے کہا قیس! تم تو ایک بڑے خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم یہ کیا حرکت کر رہے ہو کہ ایک کُتّے کو تم نے گود میں بٹھایا ہوا ہے اور تم اس سے پیار کر رہے ہو؟ قیس نے بے ساختہ جواب دیا کہ میں کُتّے کو تو پیار نہیں کر رہا، میں تو لیلیٰ کے کُتّے کو پیار کر رہا ہوں۔ یعنی تمہیں وہ کُتّا نظر آتا ہے لیکن مجھے یہ نظر آتا ہے کہ لیلیٰ کے ساتھ اس کی وابستگی ہے۔ اِس لیے اِس کو دیکھتے ہی لیلیٰ کی یاد میرے دل میں تازہ ہو جاتی ہے۔

مسجد بھی بظاہر اینٹوں کی بنی ہوئی ایک چیز ہے، چُونا کی بنی ہوئی ایک چیز ہے، گارے کی بنی ہوئی ایک چیز ہے، لکڑی کی بنی ہوئی ایک چیز ہے۔ اور جہاں تک مساجد کا تعلق ہے لاہور کے ہزاروں ہزار مکان ان سے زیادہ بہتر مٹیریل سے بنے ہوئے ہیں۔ اگر صرف ایک احاطہ کو دیکھا جائے، اگر صرف چھتوں کو دیکھا جائے، اگر صرف عمارت کو دیکھا جائے، اگر صرف دروازوں کو دیکھا جائے تو لاہور کی اکثر مساجد سے یہاں کی اکثر کوٹھیاں زیادہ شاندار نظر آئیں گی۔ لیکن ایک مومن جس وقت مسجد میں جاتا ہے تو معاً اس کی اینٹ اور گارا اور لکڑی اور چُونا اُس کے دل سے غائب ہو جاتا ہے اور اُس کو یہ نظر آتا ہے کہ اِس گھر میں پانچ وقت میرا خدا اُترا کرتا ہے۔ مسجد کے علاوہ دوسری کوئی ایسی جگہ نہیں ہوتی جس کو دیکھتے ہی اُس کے دل پر یہ اَثر پڑے کہ میرا محبوب اور میرا آقا اِس جگہ پانچ وقت آیا کرتا ہے۔

پس مسجد ہی ایک ایسی چیز ہے جس میں داخل ہوتے ہی انسان کے جذباتِ محبت اُبھر پڑتے ہیں اور وہ محسوس کرتا ہے کہ گو ابھی میں نے خدا کو نہیں دیکھا مگر میں اِس جگہ آ گیا ہوں جہاں لوگ خدا کو دیکھا کرتے ہیں۔ شاید کسی دن میری بھی خداتعالیٰ کو دیکھنے کی باری آ جائے۔ اسی لیے خداتعالیٰ نے فرمایا ہے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ [1] تم مساجد میں مزیّن ہو کر جایا کرو۔ لوگ بڑے افسروں کو ملنے جاتے ہیں یا کچہریوں اور درباروں میں جاتے ہیں تو اچھے لباس پہنتے ہیں، نہا دھو کر جاتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں کیونکہ سمجھتے ہیں کہ اُس جگہ بہت سے لوگ بادشاہ یا گورنر کو دیکھنے آئیں گے۔ پس وہ خوب تیاریاں کر کے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح دنیا کے دربار یا شاہی عمارات انسانی بادشاہوں کے سامنے لے جانے والی چیزیں ہیں اور وہ ان کی آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے باشاہوں کو لے آتی ہیں اِسی طرح مسجد خدا کے سامنے انسان کو پہنچا دیتی ہے۔ اگر چھوٹے چھوٹے حاکموں کے سامنے جانے کے لیے وہ تیاری کرتے ہیں تو اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ سے ملنے کے لیے وہ کیوں تیاری نہیں کرتے؟ تو مساجد اپنی ذات میں بڑی برکت رکھتی ہیں۔ اگر مجبوراً مسجد کو چھوڑنا پڑے تو اَور بات ہے۔ جیسے بعض لوگ اپنی ضدّ اور تعصّب میں اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ خدا کی مسجد کو اپنی مسجد سمجھنے لگ جاتے ہیں اور دوسروں کو اِس میں نماز بھی پڑھنے نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص مسجد کو چھوڑ دیتا ہے اس لیے کہ لوگ اسے مسجد میں نہیں جانے دیتے۔ جیسے پولیس پہرہ پر بیٹھی ہوئی ہو تو انسان اگر اُس جگہ جانا بھی چاہتا ہے تو رُک جاتا ہے۔ اِسی طرح اگر کوئی طاقتور آدمی کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دے تو وہ رُک جاتا ہے لیکن اُس کے دل کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنی ایک پیاری اور عزیز چیز کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن مجھے روک دیا گیا اور وہ لوگ جو اپنے دلوں میں خشیتُ اللہ رکھتے ہیں اُن پر اِن باتوں کا اَثر بھی ہوتا ہے۔

اِسی جلسہ پر ایک دوست نے مجھے ایک واقعہ سُنایا جس کا میرے دل پر بڑا اَثر ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں ایک احمدی دوست نے اپنے خرچ پر مسجد تعمیر کی جس میں وہ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ فساد کے دنوں میں لوگوں کو جوش آیا اور انہوں نے اس احمدی سے کہا

کہ ہم تمہیں اِس مسجد میں ہرگز گھسنے نہیں دیں گے۔ اُس نے کہا یہ مسجد تو میں نے خود بنائی ہے اِس لیے تم مجھے اِس مسجد سے نہیں روک سکتے۔ انہوں نے کہا خواہ کچھ ہو ہم تمہیں اِس مسجد میں نہیں گھسنے دیں گے۔ اس نے حکام کے پاس شکایت کی۔ انہیں پورے حالات معلوم نہیں تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ اس نے وہ مسجد بنائی ہے۔ انہوں نے بھی اِس خیال سے کہ اِس طرح فساد بڑھے گا اُسے مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ اُس نے کہا اچھا! جب یہ مسجد انسانوں کی ہوگئی ہے تو اب میں اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہیں جاؤں گا۔ کچھ دنوں کے بعد حکام کو معلوم ہوا کہ مسجد اُس نے بنائی ہے اور لوگوں نے اُس پر سختی کی ہے اِس پر بعض ایسے افسر جو اپنے دل میں خوفِ خدا رکھتے تھے انہوں نے سمجھا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ انہوں نے اس احمدی کو کہلا بھیجا کہ تم بے شک مسجد میں آیا کرو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اُس نے کہا اب میں نہیں آتا۔ جب یہ خدا کی مسجد نہیں بلکہ انسانوں کی مسجد ہے تو میں نے اس میں آ کر کیا لینا ہے؟ سنانے والے نے سنایا کہ آخر علاقہ کے افسر بھی اور رئیس بھی اُس کے گھر پر گئے اور اُس کی منّتیں کیں کہ ہمیں خدا کے لیے معاف کرو اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آیا کرو۔ چنانچہ اُس نے انہیں معاف کیا اور وہ مسجد میں آنے جانے لگا۔ اب دیکھو! اِس کی وجہ یہی تھی کہ ان میں سے بعض کے دل میں خوفِ خدا تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ اس مسجد کے ذریعہ اس شخص نے خدا کا نام لینے کی دوسروں کے لیے سہولت پیدا کی تھی اور اس امر کا انتظام کیا تھا کہ لوگ آئیں اور خدا کی زیارت کریں لیکن ہم نے اس کو خداتعالیٰ کی زیارت سے محروم کر دیا تب انہوں نے اپنی غلطی محسوس کی اور وہ اصرار کر کے اُسے مسجد میں لے آئے۔ تو اِن مقامات کو دیکھ کر انسان کے دل پر اَثر پڑتا ہے اور انسان محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک شرف عطا فرما دیا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ اِس کو دیکھ کر بعض دفعہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی کانپ اُٹھتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں اپنے آخری ایامِ مکہ میں ہجرت سے تین چار سال پہلے خیال پیدا ہوا کہ مکہ والے تو نہیں مانتے شاید کوئی دوسرا شہر مان جائے۔ حجاز کا دوسرا بڑا شہر طائف تھا۔ آپ اپنے ایک ساتھی کو لے کر طائف پہنچے لیکن آپ کی یہ حُسنِ ظنّی

درحقیقت درست نہیں تھی۔ طائف والے مکہ والوں سے بھی عداوت میں بڑھے ہوئے تھے۔ جب آپ نے انہیں تبلیغ کرنی چاہی تو انہوں نے مختلف بہانے بنانے شروع کر دیئے۔ اِدھر انہوں نے لڑکوں کو حملہ کے لیے اُکسا دیا اور کہہ دیا کہ جب آپؐ باہر نکلیں تو آپؐ پر پتھر برسائیں اور آپ کے پیچھے کُتّے ڈال دیں۔ جب آپ طائف کے رؤساء سے مایوس ہو کر باہر نکلے تو لڑکوں نے آپؐ کو پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ ساتھ ہی انہوں نے کُتّوں کو اُکسا دیا اور وہ بھی آپؐ کے پیچھے دوڑے۔ آپ اِس حالت میں شہر چھوڑ کر باہر نکلے مگر وہاں بھی لوگ آپ کے پیچھے پیچھے آئے۔ یہاں تک کہ آپ کے جسم پر کئی جگہ زخم آ گئے اور خون بہنے لگ گیا۔ مکہ والے اکثر رئیسوں کی جائیدادیں اور باغات طائف میں تھے۔ آپ ایک باغ کے پاس آئے جو ایک شدید دشمنِ اسلام کا تھا مگر اُس وقت آپؐ کی حالت کو دیکھ کر اُسے بھی رحم آ گیا اور اُس نے آپ کو اپنے باغ میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ جب طائف والوں کا آپؐ نے یہ سلوک دیکھا تو آپؐ نے اپنے ساتھی سے فرمایا کہ چلو مکہ چلیں۔ اُس نے کہا یَارَسُولَ اللّٰہ! شاید آپؐ کو مکہ والوں کا قانون معلوم نہیں۔ مکہ والے حقوقِ شہریت سے محروم نہیں کرتے۔ لیکن جب کوئی شخص اپنی مرضی سے مکہ چھوڑ کر چلا جائے تو پھر دوبارہ اُسے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیتے جب تک اُسے کسی رئیس کی پناہ حاصل نہ ہو۔ آپ اپنی خوشی سے وہاں سے نکل آئے تھے اور اب مکہ والے سمجھتے ہیں کہ آپ وہاں کے باشندے نہیں رہے سوائے اِس کے کہ مکہ کا کوئی رئیس یا مکہ کے پنچوں میں سے کوئی ذمہ دار شخص آپ کو پناہ دے۔ چنانچہ جب آپ مکہ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے اُسے مطعم بن عدی کے پاس بھجوایا۔ مطعم بن عدی آپؐ کا ایک شدید دشمن تھا۔ وہ اور اُس کے بیٹے رات دن آپ کی مخالفت کرتے رہتے تھے۔ آپؐ نے اُسے فرمایا تم مطعم بن عدی کے پاس جاؤ اور اُسے میرا نام لے کر کہو کہ میں پھر مکہ میں واپس آنا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھ کو شہریت کے حقوق دے دو جس کا طریق یہ ہے کہ تم مجھے اپنی پناہ میں لے لو تو پھر میں واپس آ سکتا ہوں۔ اُس کو تعجب تو ہوا کہ اتنا شدید دشمن جو رات دن دشمنی کرتا رہتا ہے اس کے پاس جانے کا فائدہ کیا ہوگا مگر وہ چلا گیا۔ درحقیقت وہ مکہ والوں کی فطرت کو نہیں سمجھتا تھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی

فطرت کو خوب سمجھتے تھے۔ وہ نہایت سنگدل بھی تھے، وہ نہایت ظالم بھی تھے لیکن خانہ کعبہ کے پاس رہنے کی وجہ سے خشیتُ اللہ کی ایک چنگاری بھی اُن کے دلوں میں سُلگتی رہتی تھی۔ مکہ میں جو خداتعالیٰ کے نشانات کا ظہور وہ رات دن دیکھتے تھے اُس کی وجہ سے وہ بہتے تو تھے مگر مکہ کی رسّی سے بندھے رہتے تھے۔ جب وہ صحابیؓ گئے اور انہوں نے آپ کا نام لے کر کہا کہ وہ آپ کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ میں مکہ سے چلا گیا تھا مگر طائف والوں نے مجھ سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ پھر واپس آجاؤں مگر مکہ کے قانون کے مطابق میں یہاں کے شہری حقوق سے محروم ہو گیا ہوں۔ اب اس کے لیے ضروری ہے کہ مکہ کا کوئی سرپنچ مجھے پناہ دے۔ کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو کہ مجھے پناہ دو؟ تو وہ شدید دشمنِ اسلام جس کی دشمنی کے واقعات سے تاریخیں بھری پڑی ہیں یہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور اُس نے اپنے جوان بیٹوں کو بلایا اور اُن کو یہ سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ تلواریں اپنے ہاتھ میں لے لو اور میرے ساتھ چلو۔ پھر اُس نے مکہ کے دروازہ تک آ کر آپ سے کہا کہ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ مکہ میں داخل ہوں۔ مکہ کے لوگوں کی دشمنی کا اُس کو اندازہ تھا، اُن کی معاندانہ کارروائیوں کا اُس کو علم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گو مکہ کے رواج کے مطابق مجھ کو یہ حق حاصل ہے کہ میں ان کو پناہ دوں مگر وہ مخالفت کی وجہ سے شاید اس دیرینہ قانون کو بھی بھول جائیں گے اور مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا دیکھو! یہ اِس وقت ہماری پناہ میں ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ مکہ والے حملہ کریں گے۔ لیکن میں وہ دن نہیں دیکھنا چاہتا کہ تم میں سے کوئی زندہ ہو اور اِن تک کوئی آدمی پہنچ جائے۔ تمہاری لاشوں پر سے گزرتے ہوئے کوئی شخص اِن تک پہنچے تو پہنچے ورنہ ان پر کوئی آنچ نہیں آنی چاہیے۔ اِس طرح وہ ننگی تلواروں کے نیچے آپ کو اپنے گھر چھوڑ گیا۔2

اب دیکھو! اِس واقعہ کے پیچھے کونسی روح تھی؟ روح یہی تھی کہ اُس کو اس پناہ دینے میں بھی اپنی عظمت نظر آئی اور اُس نے سوچا کہ آخر یہ یہاں کیوں آنا چاہتے ہیں؟ اس لیے کہ یہاں خانہ کعبہ ہے اور خانہ کعبہ ہمارا ہے اور ہمیں ہمیشہ خداتعالیٰ کے نشانات دکھاتا ہے۔ پس خانہ کعبہ کے ساتھ اُن کے جو تعلقات تھے انہوں نے اُس کے اندر یہ نیکی پیدا کر دی

کہ یا تو وہ آپ کی جان لینے کے درپے تھا اور یا اُس نے اپنے جوان بیٹوں سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک مر جائے مگر ان کو آنچ تک نہ آئے۔

تو مساجد اپنے اندر بڑی برکات رکھتی ہیں اور وہ انسان کے چھپے ہوئے جذبات اور اس کے دبے ہوئے احساسات کو اُبھارتی اور نمایاں کرتی ہیں۔ اسی لیے رتن باغ میں (مگر اِس طرف نہیں بلکہ دوسری طرف) میں نے لاہور کی جماعت کو تحریک کی تھی کہ اب یہاں کی مسجد ان کی ضروریات کے لیے کافی نہیں۔ انہیں کوئی اَور مسجد بنانی چاہیے۔اُس وقت دوستوں نے اپنے جوش اور اخلاص میں بڑے بڑے چندے لکھوائے۔ چنانچہ مجھے بتایا گیا تھا کہ اِس وقت بائیس ہزار کے وعدے ہوئے اور وصولی بھی سولہ سترہ یا اٹھارہ ہزار کی ہو گئی لیکن اس میں التوا پڑتا چلا گیا اور جماعت نے زمین نہ خریدی۔ اب میرے بار بار کہنے کے بعد جماعت نے اس طرف توجہ کی ہے اور زمین خریدنے کے متعلق کوشش کی جا رہی ہے۔ بہرحال نمازوں کے لیے یہاں ایک وسیع مسجد کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اب بھی تم نمازیں تو پڑھتے ہو، مگر تم نماز پڑھتے ہو گلیوں میں، تم نماز پڑھتے ہو چھتوں پر۔ اور گلیوں اور چھتوں پر نماز پڑھتے وقت تمہارے اندر خشیتُ اللہ پیدا نہیں ہوسکتی جو مسجد میں ہوتی ہے۔ کیونکہ اِسی گلی میں بچے کھیل رہے ہوتے ہیں، اِسی گلی میں وہ پیشاب کر دیتے ہیں اور پھر لوگ اِسی گلی میں سے جُوتوں سمیت گزر رہے ہوتے ہیں۔ اِس وجہ سے جب تم گلی میں نماز پڑھتے ہو تو فوری طور پر تمہارے دل میں خداتعالیٰ کی محبت اور اُس کی خشیت کا وہ احساس پیدا نہیں ہوتا جو مسجد تمہارے اندر پیدا کرتی ہے۔تم مسجد کے ساتھ ملحق گلی میں نماز پڑھ کر اس احساس سے بیگانہ رہتے ہو لیکن جب دو قدم چل کر مسجد میں داخل ہوتے ہو تو تمہارے اندر ایک نیا احساس اور نیا شعور پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے خوف کا جذبہ تمہارے دل میں نمایاں ہونے لگتا ہے۔

مثلاً پہلا احساس تو تمہیں یہی پیدا ہوتا ہے کہ یہ مسجد ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم جوتا اُتار دیں۔ پھر اگر تمہارے ذہن کو یہ توفیق مل جائے کہ وہ بلندی کی طرف پرواز کرے تو مسجد کو دیکھ کر تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ سالہاسال اِس زمین پر کھڑے ہو کر

خداتعالیٰ کا نام بلند کیا گیا ہے، سالہاسال اس زمین پر خداتعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ شاید دو گھنٹے پہلے خداتعالیٰ کا کوئی برگزیدہ اِس جگہ کھڑا ہوا ہو اور نہ معلوم اُس نے کس کس طرح خداتعالیٰ سے باتیں کی ہوں۔ پھر اگر خداتعالیٰ تمہیں اَور زیادہ بلند پروازی کی توفیق دے تو تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ بیشک میرے اندر خشوع وخضوع پیدا نہیں ہوتا، میرے اندر رِقّت اور سوزوگداز کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن خدا کے کئی بندے ایسے ہیں جن کے جذبات اِس مقام پر آ کر اتنے اُبھرے کہ وہ موم کی طرح اس کی روشنی اور جلوہ کے سامنے پگھل گئے۔ ان کی ملاقات کے لیے اور ان کے ساتھ مصاحبت کرنے کے لیے اور ان کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اِس جگہ ضرور اُترتا ہو گا۔ وہ میرے لیے اُترے یا کسی اَور کے لیے، بہرحال ہر نماز میں خداتعالیٰ اُترتا ہے۔ اگر میری نماز مقبول نہیں تو میرے ساتھیوں میں سے کسی کی ضرور مقبول ہو گی اور وہ اس کے لیے اس مقام پر نازل ہو گا۔ اور جب خدا کسی قوم پر اُترتا ہے تو وہ مقام اپنی ذات میں بھی بہت بڑی اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اس کے دل میں خیال پیدا ہو گا کہ میں جب کبھی دلّی جاتا تھا تو موٹر یا تانگہ کرایہ پر لیتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے دیوانِ خاص تک لے چلو۔ اگر کوئی ناواقف مجھ سے پوچھتا کہ دیوانِ خاص میں کیا چیز ہے؟ تو میں اُسے بتاتا کہ دیوانِ خاص وہ مقام ہے جہاں جہانگیر بیٹھا کرتا تھا یا شاہ جہاں بیٹھا کرتا تھا اور لوگ ان کے دیدار کے لیے جمع ہوا کرتے تھے۔ بہرحال میں یہ تکلیف اس لیے اُٹھاتا تھا کہ آج سے سَو دوسَو، چارسَو یا ہزار سال پہلے ایک محدود ملک کا بادشاہ کسی وقت اس جگہ بیٹھا کرتا تھا۔ اگر میں اتنی تکلیف اُٹھا کر وہاں جاتا تھا اور اس لیے جاتا تھا کہ ایک انسان کسی کسی وقت یہاں بیٹھا کرتا تھا تو یہاں تو میرے لیے یہ موقع ہے کہ کوئی مرنے والا بادشاہ نہیں بلکہ زندہ خدا یہاں اُترا اور وہ بھی سَو دوسَو یا ہزار سال پہلے نہیں بلکہ ابھی دو گھنٹہ پہلے وہ یہاں اُترا تھا اور ہر روز پانچ وقت اُترا کرتا ہے۔ پس میرے لیے یہ کتنی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ جب میں دنیوی بادشاہوں کے دیوانِ خاص دیکھنے کے لیے تکلیف اُٹھاتا ہوں تو یہاں تو کسی تکلیف کا سوال ہی نہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پانچ وقت زمین و آسمان کا خدا آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ یہ بات باہر گلی والوں کو نصیب نہیں ہوسکتی

کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ وہاں پیشاب کرنے والا پیشاب بھی کر رہا ہے اور کوڑا کرکٹ پھینکنے والا کوڑا کرکٹ بھی پھینک رہا ہے۔ پس مساجد کے ساتھ جو خشوع خضوع وابستہ ہے وہ کسی دوسری جگہ کے ساتھ وابستہ نہیں۔ اور گو یہ جائز ہے کہ انسان دوسری جگہوں میں بھی نماز پڑھ لے جیسے اِس وقت ہم یہاں نماز پڑھ رہے ہیں مگر یہ چیز مجبوری کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

پس لاہور کے دوستوں کو چاہیے کہ وہ جلدی مسجد بنائیں۔ اس کے لیے تم زیادہ انتظار نہ کرو۔ معمولی چار دیواری بناؤ اور نماز پڑھنی شروع کر دو۔ دھوپ ہو تو سائبان کھڑے کیے اور نماز پڑھ لی۔ بہرحال ہر احمدی کو جب وہ نماز پڑھ رہا ہو یہ محسوس ہونا چاہیے کہ وہ گلی میں نماز نہیں پڑھ رہا۔ بیشک گلی میں بھی نماز ہو جاتی ہے مگر گلی میں نماز پڑھنے والوں کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے شاہی جلوس نکلتا ہے تو بعض لوگ گلیوں میں باہر نکل کر اسے دیکھتے ہیں اور بعض جلوس دیکھنے کے لیے چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ لیکن ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو شاہی دربار میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ دونوں کو ایک جیسا ہی مزا آتا ہے؟ وہ شخص جو دربار میں کرسی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے اُس میں اور اُس شخص میں جو چوری چھپے جھانک رہا ہوتا ہے بڑا بھاری فرق ہوتا ہے۔ گلی میں نماز پڑھنے والا ایسا ہی ہے جیسے دربار لگا ہوا ہو تو کوئی شخص گلی میں سے جھانک رہا ہو اور مسجد میں نماز پڑھنے والا ایسا ہے جیسے دربار میں کوئی شخص کرسی پر بیٹھا ہو۔ پس ہر احمدی کو یہ محسوس ہونا چاہیے کہ وہ خدا کے دربار میں حاضر ہوا تھا چوروں کی طرح جھانکنے نہیں آیا تھا۔ اگر تم ایسا کر لو تو میرا چالیس سالہ لمبا تجربہ ہے کہ اس کے بعد تمہیں مسجد بنانے کی بھی توفیق مل جائے گی۔ جب مسجدیں بننے لگتی ہیں تو معلوم نہیں لوگوں کے پاس روپیہ کہاں سے آ جاتا ہے۔ بہرحال روپیہ آتا ہے اور مسجد تیار ہو جاتی ہے۔

جب لاہور کی موجودہ مسجد بننے لگی تو میں اپنی کمزوری کا اقرار کروں گا کہ میں نے کئی دفعہ قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری لاہور والوں کو جنہوں نے یہ مسجد بنوائی تھی کہا کہ قریشی صاحب! جماعت پر آپ نے بوجھ ڈال دیا ہے۔ مگر وہ کہتے کہ جماعت پر کچھ بھی بوجھ نہیں۔ جب لوگ جمعہ کے لیے آتے ہیں تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ آپ لوگ

اپنی ضروریات کے لیے اتنا روپیہ خرچ کرتے ہیں کچھ خدا کے لیے بھی خرچ کریں اور مسجد کے لیے دے دیں۔ اِس پر وہ کچھ روپیہ دے دیتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اگلے ہفتے پھر میں اُن کو تحریک کر دیتا ہوں اور وہ کچھ اَور روپیہ دے دیتے ہیں۔ اِس طرح بغیر کسی بوجھ کے روپیہ اکٹھا ہو رہا ہے۔ بہرحال ہم اُس وقت یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے جماعت پر بوجھ ڈال دیا ہے مگر دو اڑھائی سال میں انہوں نے مسجد مکمل کر لی اور اب یہ دن ہے کہ مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ یہ مسجد تمہارے لیے کافی نہیں۔ بہرحال مجھے تجربہ ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ مسجد کے لیے کہیں نہ کہیں سے روپیہ ضرور آ جاتا ہے۔ جب مسجد بننے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ کسی شخص کے دل میں تحریک پیدا کر دیتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ پانچ سَو روپیہ مجھ سے لو اور ایک کمرہ بنا لو۔ دوسرے دن کسی اَور کو جوش آ جاتا ہے اور وہ روپیہ پیش کر دیتا ہے۔ پس تعمیر کا فکر جانے دو، زمین لو اور اُس کا نام مسجد رکھ لو۔ اس کے بعد جب ہر شخص کے دل میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ یہ کتنی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے لگا ہوں تو وہ مسجد کی تعمیر کے لیے بھی روپیہ دینا شروع کر دیں گے۔ مگر جیسا کہ میں نے دوستوں کو بتایا تھا یہ نئی مسجد بھی کسی وقت تمہارے لیے تنگ ہو جائے گی اِس لیے تم جامع مسجد کسی کو بھی نہ کہو۔ کسی دن یہ نئی مسجد بھی گھر والی مسجد بن جائے گی۔ پھر اَور مسجد بناؤ اور اُس کو بھی صرف مسجد کہو جامع مسجد نہ کہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ خداتعالیٰ یہاں احمدیت کو کتنی بڑی ترقی دینا چاہتا ہے۔ فرض کرو تم دو یا چار کنال میں جامع مسجد بنا دو اور لاہور کے دس لاکھ آدمیوں میں سے دو لاکھ احمدی ہو جائیں تو وہ اس میں جمعہ کی نماز کہاں پڑھ سکتے ہیں۔ اُن کے لیے تو پچاس ایکڑ میں جامع مسجد بنانی پڑے گی۔ پس ابھی کوئی نام نہ رکھو صرف اپنی ضروریات کے لیے ایک نئی مسجد بنا لو۔

پھر یہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ جب مسجدیں بنتی ہیں تو اللہ تعالیٰ جماعت کو بھی غیرمعمولی طور پر ترقی دینا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں جماعت کی ترقی کی بڑی وجہ مسجد ہی ہے۔ اِسی طرح کراچی کی جماعت کی ترقی کی بھی بڑی وجہ اُن کی مسجد ہے۔ انہوں نے ایک لاکھ روپیہ خرچ کر کے مسجد بنائی (گو نام اُس کا ہال رکھا) مگر اب وہ جگہ اُن کے لیے کافی نہیں

رہی۔ میں نے اُن سے کہا کہ نئی جگہ زمین لو اور اُس کے اردگرد صرف چار دیواری بنا کر ایک شیڈ(SHED) بنا لو۔ چنانچہ انہوں نے مارٹن روڈ پر زمین لی، اُس کی چار دیواری بنائی اور ایک شیڈ سا بنا لیا۔ وہ جگہ ہال سے بہت بڑی ہے۔ اب پچھلے دنوں وہاں کے دوست آئے تھے تو انہوں نے بتایا کہ وہ گورنمنٹ سے تین چار کنال زمین اَور لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہی حال ربوہ کی مسجد کا ہے۔ جب ہم قادیان سے نکلے ہیں اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر ستاون سال گزر چکے تھے اور ستاون سال کے بعد مسجد اقصیٰ بھرنے لگی تھی اور کچھ لوگوں کو نماز کے وقت گلیوں میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ لیکن ربوہ میں آئے ہوئے ابھی ہمیں تین چار سال ہی ہوئے ہیں اور یہاں کی محلّہ کی مسجد مسجدِ اقصیٰ سے زیادہ وسیع ہے۔ مگر اب بھی کئی دن ایسے آ جاتے ہیں کہ لوگ مسجد سے باہر نکل کر کھڑے ہونے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جس طرح تمہارا گھر بن جائے تو تمہیں اُس کی آبادی کا فکر ہوتا ہے، جس طرح ایک نوجوان جب اپنا گھر بنا لیتا ہے تو اُس کے دل میں خیال آتا ہے کہ اُس کی شادی ہو، شادی ہوجائے تو اُسے خیال آتا ہے کہ اُس کے بچے ہوں اور اِس طرح اُس کے گھر میں رونق ہو اِس طرح جب تم خدا کا گھر بناتے ہو تو خدا کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ آباد ہو۔ چنانچہ وہ لوگوں کے دلوں میں تحریک کرتا ہے اور وہ سچائی کو قبول کرتے ہیں اور خداتعالیٰ کے گھر کی طرف بھاگے چلے آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خداتعالیٰ نے اس لیے فرمایا تھا کہ وَسِّعْ مَكَانَكَ[3] اپنے مکانوں کو وسیع کرو۔ یعنی چونکہ میں نے تیری ترقی کا وعدہ کیا ہوا ہے اس لیے تیرا بھی فرض ہے کہ تُو اپنے مکانوں کو وسیع کرے۔ پس چونکہ یہ الٰہی وعدہ ہے اس لیے لازماً جب ہم اپنے مکانوں کو وسیع کریں گے تو اللہ تعالیٰ اَور ایسے آدمی لائے گا جن سے وہ مکان آباد ہوں گے۔ پھر وہ مکان وسیع کیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی آبادی کے لیے اَور آدمیوں کو لے آئے گا۔

بہرحال مساجد کی وسعت کے ساتھ ہماری جماعت کی ترقی وابستہ ہے۔ جب کوئی جماعت مسجد بناتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے دیندار لوگ بھی پیدا کر دیتا ہے جو اُس مسجد میں نماز کے لیے آتے اور اُسے آباد رکھتے ہیں۔ پس تم جلدی ایک نئی مسجد بناؤ اور اِتنی بڑی بناؤ کہ تم اُس کو

بھر نہ سکو۔ بلکہ اُس کی جگہ خالی رہے تا کہ خدا کو خیال رہے کہ میں نے یہ جگہ بھرنی ہے۔ پھر جب وہ بھرنے لگے تو تم ایک اَور مسجد بناؤ اور وہ اتنی بڑی ہو کہ اُس میں تمہاری اِس وقت کی جماعت آدھی نظر آئے۔ اِس پر پھر خدا تعالیٰ کو خیال پیدا ہو گا کہ جب یہ لوگ میرا اتنا بڑا گھر بنا رہے ہیں تو کیا میں ہی کمزور ہوں کہ میں اِس گھر کو آباد نہ کروں۔ بہرحال ہمارے لیے یہ ایک بہترین ذریعہ ہے جس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہم اپنی جماعت کو بھی ترقی دے سکتے ہیں اور پھر لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے، انہیں خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلانے اور ان کے دلوں میں دین اور تقوٰی پیدا کرنے کی بھی صورت پیدا ہو گی۔ پس جلدی کرو اور مسجد کے لیے زمین خریدو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مسجد بناؤ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب تم نے زمین خرید لی تو تمہارے دل میں آپ ہی خیال آئے گا کہ زمین تو آ گئی ہے۔ اب اِس پر مکان بھی بنا لیں بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ لطیف کھیل اَور کوئی نہیں۔ بچپن میں ہم ایک کھیل کھیلا کرتے تھے جس میں پہلے ایک کی جگہ پر قبضہ کر لیا جاتا تھا، پھر دوسرے کی جگہ پر۔ یہ کھیل بھی اُسی قسم کا ہے۔ ہم خدا کے گھر بناتے چلے جائیں اور خدا ہمارے گھروں کو آباد کرتا چلا جائے۔ ہم اُس کے گھر بڑھاتے جائیں اور کہیں کہ تیرا گھر ابھی بھرا نہیں، وہ خالی پڑا ہے اور خدا ہمارے گھروں کو بھرتا چلا جائے اور کہے کہ وہ گھر تو بھر چکے اب اَور گھر بناؤ تا کہ میں ان کو بھی بھروں۔ جو روحانی لذّت اِس روحانی کھیل میں ہے وہ دنیا کے اَور کسی کھیل میں نہیں اور جو روحانی سرور اِس الٰہی دربار میں ہے وہ دنیا کے اَور کسی دربار میں نہیں۔

اِس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ چونکہ میرے گلے میں خرابی ہے اور تھکان بھی ہے اس لیے میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ایک دن ٹھہر کر پرسوں صبح اتوار کو ربوہ جاؤں۔ پس آج بھی میں یہاں ٹھہروں گا اور کل بھی۔ پرسوں صبح ہم اِنْشَاءَ اللّٰہُ واپس جائیں گے''۔

(المصلح 2 مارچ 1954ء)

1: الاعراف: 32

2: السیرۃ الحلبیۃ جلد اول صفحہ 570۔ بیروت لبنان 2002ء

3: تذکرہ صفحہ 53۔ ایڈیشن چہارم